ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 2, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

ادیانِ سماویہ میں تدبیر کا تصور :عقائد اور مذہبی تجربات کی روشنی میں تقابلی مطالعہ

"The Concept of Tadbeer (Divine Planning) in Abrahamic Religions: A Comparative Study in Light of Beliefs and Religious Experiences"

Bilal Ahmed
qadribilal505@gmail.com
MPhil Scholar, Arabic Department, Minhaj University Lahore, Pakistan

Dr. Muhammad Azhar Abbasi
dr.azhar.mul@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Minhaj University Lahore, Pakistan
Corresponding Author: * Bilal Ahmed qadribilal505@gmail.com

Received: 09-03-2025 **Revised:** 10-04-2025 **Accepted:** 07-05-2025 **Published:** 26-06-2025

ABSTRACT

This study explores the concept of tadbeer (planning, strategy, or divine arrangement) within the three major Abrahamic religions Judaism, Christianity, and Islam by analyzing their theological doctrines, sacred texts, and spiritual experiences. In Judaism, tadbeer is deeply rooted in divine wisdom and covenantal guidance, where God's providence unfolds through historical events and commandments. Christianity presents tadbeer in broader terms, linking it to divine love, righteousness, and salvation, with references in the New Testament to God's plans for humanity. Islam integrates tadbeer as a balance between human effort and divine will, emphasizing reliance on Allah while promoting rational planning and action as evident in the Qur'an and the Prophet Muhammad's practices. This comparative study reveals that while each tradition articulates tadbeer differently, they all underscore the interplay between divine intent and human responsibility, making it a central theme in faith, ethics, and religious life.

Keywords: *Tadbeer, Divine Planning, Abrahamic Religions, Judaism, Christianity, Islam, Comparative Study, Religious Beliefs, Theological Concepts, Divine Providence, Human Responsibility, Sacred Texts, Religious Experience*

INTRODUCTION

دنیا کے ہر مذہب میں مختلف قسم کے عقائد و مذہبی روایات پائی جاتی ہیں جن پر ان اس مذہب کی عمارت قائم ہوتی ہے ان عقائد کے بغیر اس مذہب کی بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے ، ہر مذہب نے اپنے پیروکاروں کو زندگی گزارنے کی بنیادی ضروریات کے تحت مختلف نظریات و رسومات کی طرف رہنمائی کی ہے ، دنیامیں ہر انسان مختلف مصائب و مشکلات سے دوچار رہتاہے ، چونکہ دنیانام ہی آزمائش کا ہے ، جس میں اسے ان آزمائشوں کا سامنا کرناپڑتاہے اور ان سے نکلنے کے لیے مختلف طور طریقے اپنانے پڑتے ہیں ، انہی طور طریقوں کو تدبیر کا نام دیاجاتاہے تدبیر کا لفظ تینوں سامی ادیان میں پایاجاتاہے ، البتہ ان میں اکثر و بیشتر مماثلت پائی جاتی ہے ، جس طرح یہود کے ہاں تدبیر کا معنی و مفہوم پایاجاتاہے اسی طرح مسیحیت میں بھی اس سے وہی معنی و مفہوم مراد لیاجاتاہے ، اور یہی عمل اسلام میں میں بھی پایاجاتاہے ، بعض صورتوں میں اس لفظ کو تینوں سامی ادیان میں مختلف معنوں میں بھی مراد لیاجاتاہے۔

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 2, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

یہودیت میں تدبیر کا تصور

ہر مذہب کے ماننے والے مختلف عقائد کے حامل ہوتے ہیں بعض عقائد ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق نظریات سے ہوتا ہے اور بعض عقائد ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق تجربات سے ہوتا ہے، کوئی بھی مذہب ان دونوں سے خالی نہیں ہوتا ہے، اسی طرح یہودیت کے ماننے والے بھی مختلف عقائد و نظریات کے ساتھ ساتھ تجربات پر بھی یقین رکھتے ہیں، جب کبھی کوئی ایسا معاملہ ہو جس کی شریعت میں تفصیل موجود ہو تو اس ضمن میں تجربات کی بجائے عقائد پر توجہ دی جاتی ہے، اور جب کوئی ایسا معاملہ ہو جس کی تفصیل شریعت میں موجود نہ ہو اور وہ ایسا معاملہ ہو جس سے نکلنے کے لیے نظریات و تجربات کی ضرورت ہو تو ایسے معاملات کو مختلف تدابیر کے ذریعے حل کیا جاتا ہے، کسی بھی مشکل امر سے نکلنے کے لیے اس سے متعلق مختلف حربے، منصوبے، غور و فکر اور سوچ بچار کرنے کا نام ہی تدبیر ہے، یہودیت میں یہ لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، کئی مقامات پر لفظ تدبیر ہی ہے اور بعض جگہوں پر تقدیر، راستبازی، منصوبہ، حربہ وغیرہ کے الفاظ سے تدبیر کو مراد لیا گیا ہے۔

تقدیر تدبیر کے معنوں میں:

کائنات میں ہونے والی ہر شے کی حرکت خدا کی مرضی پر موقوف ہے، اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، حتی کہ دل میں آنے والے خیالات بھی اسی کی منشاء کے مطابق ہیں، یہاں بھی تقدیر کو تدبیر کے معنوں میں استعمال کیا گیا:

> "بادشاہ کا دل خداوند کے ہاتھ میں ہے، وہ اس کو پانی کے نالوں کی مانند جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے، انسان کی ہر ایک روش اس کی نظر میں راست ہے، پر خداوند دلوں کو جانچتا ہے، صداقت اور عدل خدا کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ ہیں، بلند نظری اور دل کا تکبر اور شریروں کی اقبال مندی گناہ ہے، محنتی کی تدبیریں یقیناً فراوانی کا باعث ہیں لیکن ہر ایک جلد باز کا انجام محتاجی ہے۔"([1])

اسی طرح ایک جگہ دل اور زبان اور انسان کے ارادے اور خدا کی مرضی کو یوں بیان کیا گیا:

> "دل کی تدبیریں انسان سے ہیں لیکن زبان کا جواب خداوند کی طرف سے ہے، انسان کی نظر میں سب روشیں پاک ہیں لیکن خداوند روحوں کو جانچتا ہے، اپنے سب کام خداوند پر چھوڑ دے تو تیرے ارادے قائم رہیں گے آدمی کا دل اپنی راہ ٹھہراتا ہے پر خداوند اس کے قدموں کی رہنمائی کرتا ہے۔"([2])

یہاں انسان کی تقدیر کو انسان کی اپنی کوشش، تدبیر اور خدا کی رضا کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔

تدبیر اور راست بازی

راست بازی یہ ایک عدالتی اصطلاح ہے جس کے معنی "بری کرنا"، "راستباز ٹھہرانا" کے ہیں جو مجرم قرار دینے کا الٹ ہے جیسا کہ آیت میں ہے:

---

[1] امثال: ۲۱ : ۵۔۱

[2] امثال:۱۶ : ۱

"اگر لوگوں میں کسی طرح کا جھگڑا ہو اور وہ عدالت میں آئیں تا کہ قاضی ان کا انصاف کریں تو وہ صادق کو بے گناہ ٹھہرائیں اور شریر پر فتویٰ دیں۔(3)"

اسی طرح اس کو "بے گناہی" کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ آیت:

"جو شریر کو صادق اور جو صادق کو شریر ٹھہراتا ہے خداوند کو ان دونوں سے نفرت ہے۔(4)"

پاک کلام میں خدا کو تمام دنیا کا انصاف کرنے والا کہا گیا ہے کیتھولک ترجمہ میں تمام دنیا کا حاکم " خدا کا اور انسان کا تعلق بار بار عدالتی اصطلاحات میں بیان کیا گیا ہے، راست بازی سے مراد ہے کہ:

"خدا چاہتا ہے کہ انسان اس کے احکام کی پوری طرح تعمیل کرے اور بطور منصف خدا اپنی راست بازی کو اپنے قہر سے ظاہر کرتا ہے جو وہ ان پر نازل کرتا ہے جو اس کے احکام پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ (5)"

اگر خدا کا فیصلہ کسی انسان کے خلاف دیا جائے تو اس کے لیے امید کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، چونکہ خدا شاہِ عالم ہے اس لیے اس کا کسی کو راستباز ٹھہرانے کا تصور اس کے دو پہلوؤں کی عکاسی کرتا ہے یعنی بطور ایک حاکم کے اور بطور ایک منصف کے، بنی اسرائیل کے ایک مثالی منصف کی طرح وہ نہ صرف مجرم کے حق میں فیصلہ دے گا، بلکہ اس پر پورا پورا عمل بھی کروائے گا اور مجرم کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو سب کے سامنے بحال بھی کرے گا، خدا کا کسی کو صادق (راستباز) ٹھہرانا ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے یعنی فیصلہ دینا یا نجات بخشنا۔

اسی طرح قاموس الکتاب میں بھی تدبیر اختیار کرنے کو راست بازی کے مفہوم میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلے انسان اچھے عمل کرے اور راست بازی یعنی انصاف پسندی سے کام لے اس کے بعد یہ یقین کرے کہ خداوند اس کے گناہوں کو بخش کر اسے نجات دے گا، جیسا کہ قاموس الکتاب میں ہے:

"صداقت اور راستبازی پرانے عہد نامہ کا ایک مختص مطالبہ ہے، انبیاء نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ انسانوں کے درمیان درست عمل اور انصاف ضروری ہے، عدالت کو پانی کی مانند اور صداقت کو بڑی نہر کی مانند جاری رکھ (6)

۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا انسان سے انصاف، راستی اور صداقت چاہتا ہے (7)

---

[3] استثناء:۲۵: ۱

[4] امثال ۱۷ : ۱۵

[5] یسعیاہ ۵ : ۱٦

[6] قاموس ۵ : ۲۴

[7] میکاہ ٦ : ۸، زبور ۱۵: ۲

خدا خصوصاً منصفوں سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے راستی سے کریں([8])

خدا افضل ترین منصف ہے اور یہ خیال ساری بائبل میں پایا جاتا ہے کہ خدا نہایت با ضابطہ انصاف سے ہر آدمی کے اعمال کا فیصلہ کرے گا۔ ([9])"

یعقوب کا عیسو سے متعلق تدبیر کرنا:

جب قاصد نے آکر یعقوب کو اس بات سے مطلع کیا کہ تیرا بھائی عیسو چار سو لوگوں کا لشکر اپنے ساتھ لے کر آپ کی ملاقات کو آرہا ہے تب یعقوب اس بات سے خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں عیسو تمام لوگوں کو تباہ و برباد نہ کر دے چنانچہ آپ نے یہ تدبیر کی کہ اپنے ساتھ لوگوں اور دیگر اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تاکہ اگر عیسو ایک گروہ پر حملہ کرے تو دوسرا گروہ اس سے محفوظ رہے۔ اس کی یہ تدبیر تھی کہ:

"اگر کسی وجہ سے عیسو آکر ایک گروہ کو تباہ کر دے تو دوسرا گروہ بھاگ کر اپنے آپ کو بچا لے گا۔([10])"

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعقوب بدترین صورتحال کا سامنا کرنے کا منصوبہ بناتا ہے، اور آپ نے پیدائش کی تفسیر کے سیاق و سباق میں اس کو یعقوب کے ایمان کے فقدان کی طرف اشارہ کیا ہے، اس سے آئندہ کی تین آیات میں یعقوب دعا کرتا ہے لیکن ایک طرح سے وہ ابھی بھی اپنی قسمت کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔([11])"

ایک طرف یعقوب عیسو سے بچاؤ کے لیے تدبیر اختیار کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ خدا کی بارگاہ میں یوں دعا کرتے ہیں:

> "یعقوب نے کہا کہ میرے باپ ابراہیم کے خدا میرے باپ اِسحاق کے خدا اے خداوند تو نے مجھے اور میرے خاندان سے کہا تھا کہ اپنے وطن واپس جاؤ۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ تو میرے ساتھ بھلائی کرو گے۔ تُو نے تو مجھے بہت وفاداری دکھائی ہے۔ اور تُو نے میرے ساتھ بہت سے بھلائی کے کام کئے ہیں۔ حالانکہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ پہلی مرتبہ میں جب یردن ندی کے پار سفر کر رہا تھا تو میرے ساتھ صرف میری لاٹھی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ لیکن میرے پاس اب اتنا زیادہ ہے کہ میں دو گروہ بنا سکتا ہوں۔ میں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ تُو مجھے میرے بھائی عیساؤ سے بچالے۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ شاید ہم سب کو یہاں تک کہ ماؤں کو ان کے بچے سمیت مار ڈالے۔ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے ساتھ بھلائی کروں گا۔ میں تیرے قبیلہ کو بڑھاؤں گا اور تیری اولاد کی تعداد کو سمندر کی ریت کی مانند اضافہ کروں گا۔ اور ان کی تعداد اتنی ہو گی کہ حساب و گنتی ناممکن ہو گی۔"([12])

---

[8] احبار ۱۹ : ۱۵

[9] قاموس الکتاب، ص ۴۲۶

[10] پیدائش: ۳۲: ۸

[11]

[12] اطلے، باب، تفسیر پیدائش (۲۰۱۵ء)، بائبل کے اسباق انٹرنیشنل، ص ۲۳۴

یعقوب نے عیسو سے متعلق دوسری تدبیر یہ اختیار کی کہ جو اموال اس نے اپنے پاس روک رکھے تھے ان کو مختلف غولوں میں منقسم کر کے اپنے خادموں کے حوالے کر دیا کہ وہ ترتیب وار عیسو کے پاس حاضر ہو کر یعقوب کا نذرانہ پیش کریں تا کہ وہ ان سے راضی ہو جائے اور یعقوب نے اپنے خادموں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"تم اس سے کہنا کہ یہ سب تیرے لئے بھیجے گئے تحفے ہیں۔ اِس کے علاوہ تمہارا خادم یعقوب ہمارے پیچھے ہی آ رہا ہے۔ یعقوب کی تدبیر یہ تھی کہ اگر میں اُن لوگوں کو تحفوں کے ساتھ آگے روانہ کروں گا تو کسی وجہ سے عیسو مجھے معاف کر دے گا اور مجھ کو قبول کر لے گا۔"([13])

یوسف کو قتل کرنے کی تدبیر:

جب یوسف کے بھائیوں کا یوسف کے ساتھ حسد بڑھ گیا تو انہوں نے یوسف کو قتل کرنے کی تدبیر سوچی، اس کو ایک میدان میں لے کر گئے اور خود کہیں غائب ہو گئے۔([14])

پھر یوسف نے وہاں سے کسی سے اپنے بھائیوں کا پوچھ کر ان کی طرف چل دیئے۔

"یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو دور سے آتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اُن لوگوں نے اُس کو قتل کرنے کی ایک تدبیر سوچی۔"([15])

جب یوسف کو مصر کی بادشاہت مل گئی تو اس نے اپنے بھائیوں کو مصر آنے کی دعوت دی، جب اس کے بھائی مصر اس کے پاس آ گئے تو یوسف نے ان کو اپنے قریب آنے کی دعوت دی، جو انہوں نے یوسف کے ساتھ کیا تھا اس پر پشیمان ہونے کی بجائے آپ نے اس کو خدا کی تدبیر قرار دیتے ہوئے کہا:

"اب تم فکر مت کرو۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اُس پر افسوس نہ کرو۔ اِس لئے کہ میرا یہاں آنا یہ تو خدا کا منشاء اور اُس کی تدبیر تھی۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے یہاں آیا ہوں۔"([16])

یوسف نے اپنے بھائیوں کو برا بھلا کہنے یا ان سے بدلہ لینے کی بجائے اس امر کو خدائی تدبیر قرار دیتے ہوئے اپنے بھائیوں سے مزید کہا کہ:

---

[13] پیدائش: ۳۲: ۲۰

[14] بائبل میں ہے کہ یوسف کے بھائی دو تین نامی ایک جگہ پر چلے گئے جس کا مطلب دو کنویں ہے، دو تین اہم تجارتی شاہراہ پر واقع ہے جو شام سے مصر کو جاتی ہے۔

[15] پیدائش: ۳۷: ۱۸

[16] پیدائش: ۶: ۵

"مجھے جو یہاں بھیجا گیا ہے اُس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ تو خدا کا منصوبہ تھا۔ خدا نے مجھے فرعون کا انتہائی اعلیٰ درجہ کا حاکم بنایا ہے۔ اور کہا کہ میں تو اُس گھر کا اور مصر کا حاکم اعلیٰ بنایا گیا ہوں۔"([17])

ظالم لوگوں کی تدبیریں:

خدا زمین پر بسنے والے ظالم لوگوں کی تدبیریں کرنے سے خوب واقف ہے، وہ لوگ ہر وقت اس کے احاطہ میں ہیں، بائبل میں ایسے لوگوں کی تدبیروں کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

"زمین پر بسنے والے ظالم لوگوں کے بُرے منصوبے کو خدا نے دیکھا۔"([18])

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس کی تشریح میں ہے کہ "آدم اور حوا کی برگشتگی کا یہ نتیجہ عالمگیر تناسب پاچکا تھا، آٹھ لوگوں کے علاوہ باقی سب برائی سے متاثرہ تھے وہ دن رات برائی میں بستے تھے۔ برے تصور کا نظریہ انسانوں کی اخلاقی فطرت کے حوالے سے ربیوں کی جانکاری بن گیا تھا، وہ انسانوں کو بطور ایک یا دو ارادوں کے ماننے والے سمجھتے تھے (اچھے یا برے)۔ یہ مشہور مثل "ہر انسان کے دل میں سفید اور سیاہ کتے ہیں جس کو آپ زیادہ کھلائیں گے وہی بڑا ہو تا جائے گا" انسان کو بیان کرتی ہے، انسانوں کا یہ نظریہ پیدائش سے تقویت پاتا ہے، یہودی ماہر الہیات دنیا میں برائی کے ماخذ کے طور پر پیدائش ۳ کی بجائے پیدائش ۶ پر زور دیتے ہیں بچے پیدائش پر برے نہیں ہوتے کیونکہ اخلاقی ذمہ داری محض علم سے آتی ہے، برائی انتخابات پر مشتمل ہوتی ہے۔([19])"

خلاصہ کلام:

یہودیت میں تدبیر (یعنی حکمت عملی، منصوبہ بندی اور عملی بصیرت) کا تصور ایک ہمہ جہتی اور عمیق دینی و فکری مفہوم رکھتا ہے، جو نہ صرف اللہ کی صفات میں شامل سمجھا جاتا ہے بلکہ انسانوں کے لیے بھی ایک اخلاقی و عملی ہدایت کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ تورات، تلمود اور دیگر یہودی متون میں تدبیر کو زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی، عقل مندی، بصیرت اور مستقبل بینی سے تعبیر کیا گیا ہے، جہاں انبیاء، بزرگان دین اور اہلِ حکمت کو اللہ کی تدبیر کا مظہر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ تصور عقیدۂ توحید، وعدہ و وعید، آزمائش، اور بنی اسرائیل کی تاریخ جیسے موضوعات سے جڑا ہوا ہے، اور یہود کی فکریات میں تدبیر کو الٰہی مقاصد کے ظہور کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جو انسانی اعمال، اجتماعی حالات اور الٰہی مداخلت کے ذریعے دنیاوی و اُخروی نظم کو منظم کرتا ہے۔

---

[17] پیدائش: ۴۵: ۸

[18] پیدائش: ۶: ۵

[19] تفسیر پیدائش، ص ۱۲۰

مسیحیت میں تدبیر کا تصور

مسیحیت میں تدبیر کا لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے ،اس لفظ کو محبت ، راستبازی ، تقدیر اور دیگر کئی لفظوں میں استعمال کیا جاتا ہے ، نئے عہد نامہ میں کئی ایسے واقعات ہیں جو تدبیر سے متعلق ہیں بعض اوقات یہ لفظ خدا کی طرف منسوب ہے کہ خدا ایسی تدبیر کرتا ہے یا کرے گا یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ، کہیں اس لفظ سے خدا کے پیغام کی تدبیر کی جاتی ہے ، کہیں مشکل امر میں تدبیر کی جاتی ہے ، کہیں تدبیر اختیار کرنے کا حکم خدا کی طرف سے ہوتا ہے ، پھر کئی تدبیروں کی بھی کئی ایک اقسام انجیل مقدس میں بیان کی گئی ہیں ، بعض اوقات ان تدبیروں سے مراد بھلی تدبیریں ہوتی ہیں اور بعض اوقات اس سے مراد ایسی تدبیر ہوتی ہیں جو خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہوتی ، الغرض لفظ تدبیر دیگر مذاہب کی طرح مسیحیت میں بھی وسیع لفظوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

تقدیر:

تقدیر کہتے ہیں قسمت، نصیب، مقدر اور وہ اندازہ جو حق تعالیٰ نے ازل سے ہر شے کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ لفظ تقدیر کا مادہ ق۔ د۔ ر ہے جس میں قادر ہونے ، طاقت رکھنے ، ترتیب دینے ، تقسیم کرنے ، اندازہ لگانے کے مفہوم موجود ہیں ، یوں تقدیر سے خدا کا فرمان بھی مراد ہے ، یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ لفظ تقدیر پروٹسنٹ ترجمہ میں صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے اور وہ بھی خدا کے فرمان کے معنوں میں۔

یہ عقیدہ بہت عام ہے کہ انسان کے تمام اعمال وافعال خدا کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہوئے ہیں ، نتیجتاً اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ انسان بالکل مجبور ہے کیونکہ خدا نے نیکی اور بدی ، خوشحالی اور مفلسی کا پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے ، اس لیے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ، یہ اس عقیدے سے ٹکراتا ہے جس کے مطابق انسان اپنے افعال واعمال کی حد تک آزاد اور خود مختار ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے ، مسئلہ تقدیر ایک مشکل معمہ پیش کرتا ہے ، اسے مسیحی نظریہ سے سمجھنے کے لیے خدا کی ذاتی صفات کو سامنے رکھنے کی کوشش کرنا نہایت ضروری ہے ، لیکن یاد رہے کہ انسان انسان ہی ہے ، خدا کی باتیں اس کی عقل سے باہر ہیں ، ان کی جھلک بفضلِ خدا صرف ایمان کے چشمے لگانے سے ملتی ہے

۔

مزید بر آں انسان زمان و مکان کے بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے ، ان قیود سے نجات پانے پر بہت سی باتیں جو اسے ناممکن معلوم ہوتی ہیں ممکن ہو جاتی ہیں ، جیسا کہ ایک مثال ہے :

اس زمین پر ہم کشش ثقل کی قید میں ہیں ، ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ اگر کسی چیز کو ہوا میں چھوڑ دیا جائے تو وہ زمین پر آگرے گی ، لیکن خلاء باز بتاتے ہیں کہ کہ جب وہ کشش ثقل کی قید سے نکل جاتے ہیں تو کسی چیز کو جہاں بھی خلاء میں چھوڑا جائے وہیں ٹکی رہتی ہے ، ہماری محدود عقل بہت سے معاملوں میں تضاد دیکھتی ہے ، جہاں خدا کی نظر میں کوئی تضاد نہیں ، انہیں ہمیں ایمان سے تسلیم کر لینا چاہیے ، تقدیر اور انسانی فعل کی مختاری اسی قسم کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں تین خیالات پر نظر ڈالنا ضروری ہے ، اگرچہ یونانی میں ہر خیال کے لیے ایک خاص لفظ متعین کیا گیا ہے اردو میں انہیں چند لفظوں کی مدد سے ادا کیا جاتا ہے ، یونانی میں یہ تینوں الفاظ سابقہ "Pro" بمعنی پہلے "پیشتر" سے ترکیب دیے گئے ہیں۔

۱۔ پروگنوسکو:(Proginosko)

یہ فعل ہے جس کے معنی جاننا۔ پیش بینی۔ اور پروگنوسس۔ اسم، بطور فعلیہ ترجمہ میں یہ صرف تین مرتبہ استعمال ہوا ہے، (حکمت ٦ : ١٣۔ پیش قدمی، حکمت ٨ : ٨، پہلے سے جانتی ہے، حکمت ١٨: ٦)اور بطور اسم صرف دو مرتبہ (یہودیت ٩ : ٦۔ تقدیر، یہودیت ١١ : ١٦) ، نئے عہد نامہ میں بطور فعل یہ پانچ مرتبہ استعمال ہوا ہے (رومیوں ٨ : ٢٩، ١١ : ٢۔ پہلے سے جاننا، اعمال ٢٦ : ۵، پطرس ١ : ٢٠، ٢۔ پطرس ٣ : ١٧) اور بطور ااسم یہ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے (اعمال ٢ : ٢٣، پطرس ١ : ٢) ، یہ لفظ زیادہ تر خدا اور مسیح اور انسان سے قبل مقرر منصوبے کی تشریح کرتے ہیں، یہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہر عمل خدا کے پہلے سے مقرر کردہ انتظام کے مطابق ہوا ہے، یہ کسی غیر ذاتی جبر یا پابندی مثلاً قسمت، قضا، نصیب یا تقدیر کے تحت وقوع میں نہیں آیا۔

۲۔ پرونوئیا:(Paranoia)

یہ دوسرا لفظ ہے جس کے معنی "دور اندیشی" کے ہیں (اعمال ٢٤ : ٢) تدبیر (رومیوں ١٣ : ١٤)، اس لفظ پر بحث پروردگاری کے مضمون میں کی گئی ہے یہ بات خاص طور پر غور طلب ہے اگرچہ یہ یونانی لفظ پروردگاری کے مفہوم کو خوش اسلوبی سے بیان کرتا ہے تاہم نئے عہد نامہ میں اس کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے، یہ لفظ صرف دو مرتبہ انسانی دور اندیشی اور تدبیر کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ پروھوریزو:(Prohorizo)

یہ سابقہ پرو Pro بمعنی پہلے، پیشتر اور ھوریزو horizo بمعنی مقرر کرنا، ٹھہرانا سے ترکیب کیا گیا ہے، یعنی پہلے سے ٹھہرانا بیشتر سے مقرر کرنا، اس کا معقول ترجمہ تو "تقدیر" ہی ہو گا، لیکن چونکہ لفظ تقدیر میں غیر مسیحی رنگ بھی موجود ہے، اس لیے حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ اسے استعمال نہیں کیا گیا، کیتھولک ترجمہ میں غالباً صرف ایک مرتبہ (رومیوں٨: ٢٨) جہاں یہ ایک اوریونانی لفظ پروتھیس Prosthesis کا ترجمہ ہے)، یونانی نئے عہد نامہ میں پرھوریزو کا لفظ چھ مرتبہ آیا ہے اور خالصتاً خدا کے فرمان کے لیے استعمال ہوا ہے، اعمال:٤: ٢٨؛ "پہلے سے۔۔۔ ٹھہر گیا" کرنتھیوں ٢ : ٧، افسیوں ١ : ۵، ١١، پیشتر مقرر کی، یعنی خدا کسی شخص کے لیے کوئی موقع یا کسی صورتِ حال کے لیے کسی شخص کو پہلے سے مقرر کر دیتا ہے، اس کے علاوہ بہت سے دیگر Pro سابقہ سے مرکب یونانی لفظ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

نئے عہد نامہ میں تقدیر کا تصور:

نئے عہد نامہ میں تقدیر کے اس تصور کو خدا کے ارادے،، مرضی، پسند، چاہنے وغیرہ سے بھی ادا کیا گیا ہے، بائبل کے کیتھولک ترجمہ میں اس کو قائم "ارادے" کے معنی میں لیا گیا ہے:

> "اسی میں ہم بھی اس کے ارادہ کے موافق جو اپنی مرضی کی مصلحت سے سب کچھ کرتا ہے، پیشتر سے مقرر ہو کر میراث بنے۔ ([20])"

[20] افسیوں ١:

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ لغوی طور پر ہم وارث کے طور پر چنے گئے "ایک مضارع مجہول علامتی ہے، حقیقتاً پرانے عہد نامے میں یہ لاویوں کا حوالہ تھا(لاوی کا قبیلہ جو کاہن ہیکل کے خادم اور شریعت کے مقامی استاد بنے)جو وعدے کی سرزمین میں وراثتی زمین نہ رکھتے تھے، یہ اس سچائی کا حوالہ بنا کہ خدا خود سب ایمانداروں کی میراث ہے اور وہ اس کے ہیں، یہ خدا کے لوگوں کے لیے بھی استعارہ بنا، نیا عہد نامہ وعدے کی سرزمین کو خدا کے خاندان کا حصہ بننے کے وعدے سے بدلتا ہے ،نئے عہد نامے کے لکھاری یہودی ۔غیر یہودی کے فرق کو ایماندار اور غیر ایماندار کے ماڈل میں عالمگیریت بخشتے ہیں ،یہی یروشلیم کے شہر کے بارے میں بھی سچ ہے جو نیا یروشلیم بن گیا اور جو آسمان کے لیے استعارہ ہے نہ کوئی جغرافیائی مقام ہے۔جو اپنی مرضی کی مصلحت سے سب کچھ کرتا ہے، پیشتر سے مقرر ہو کر، یہ مضارع مجہول صفت فعلی اس سچائی کو ظاہر کرتا ہے کہ چناؤ خدا کے فضل کے موافق ہے نہ کہ انسانی قابلیت کی بنا پر، جس میں تین اعلانات ہیں: اور یہ تمہاری طرف سے نہیں خدا کی بخشش ہے اور اور نہ اعمال کے سبب سے ہے تا کہ کوئی فخر نہ کرے اور یہی اصطلاحی زبان رومیوں میں بھی پائی جاتی ہے ،وہاں پر مقصد مسیح کی طرح ہونا ہے ۔"([21])

اسی طرح آیت:

"اس لیے خدا نے چاہا کہ وعدہ کے وارثوں کا اور بھی صاف طور سے ظاہر کرے کہ میرا ارادہ بدل نہیں سکتا، تو قسم کو درمیان میں لایا۔([22])"

دوسرے مقام پر ہے کہ:

"کون اس کے ارادے کا مقابلہ کرتا ہے، اے انسان بھلا تو کون ہے جو خدا کے سامنے جواب دیتا ہے، کیا بنی ہوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔([23])"

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"منطقی طور پر پولوس کے سوالات کی تقلید کرنا پولوس کے افکار کو سمجھنے اور خاکہ کھینچنے کے لیے بہترین انداز ہے ،خدا کی مرضی کو دو درجات پر دیکھنا چاہیے، پہلا اس کا تمام برگشتہ انسانوں کے لیے کفارے کا منصوبہ ہے، یہ منصوبہ

---

[21] طلے، بوب، تفسیر افسیوں کے نام(۱۹۹۶ء)، لوک مان فاؤنڈیشن، ص ۱۱۷

[22] عبرانیوں:۶: ۱۷

[23] رومیوں:۹: ۱۹

انفرادی انسانی پسند سے متاثر کن نہیں ہیں، لیکن دوسرے درجے پر خدا انسانی آلات کے استعمال کو چنتا ہے، لوگ اس کے منصوبے کی تکمیل کے لیے چنے جاتے ہیں۔"([24])

ان سب حوالوں میں لفظ ارادہ ہے، اس کے علاوہ مرضی کا مطلب بھی ہے، جیسا کہ:

"اور ساتھ ہی خدا بھی اپنی مرضی کے موافق نشانوں اور عجیب کاموں اور طرح طرح کے معجزوں اور روح القدس کی نعمتوں کے ذریعے سے اس کی گواہی دیتا رہا۔([25])"

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں یہ ایک زمانہ حال عملی موضوعاتی ہے، روزمرہ کی طرز زندگی میں محبت رکھنا تمام ایمانداروں کی ایک عام خصوصیت ہے، یہ یوحنا کی تحاریر میں ایک مسلسل موضوع ہے اور نیز اخلاقی آزمائش کی ایک روح موضوعاتی صورت حادثاتی واقعہ کو بیان کرتی ہے۔ کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے، خدا نہ کہ بنی نوع انسان کی ہمدردی، رحم یا جذبات محبت کا ماخذ ہیں، یہ بنیادی طور پر جذباتی نہیں بلکہ با مقصد ہے، اور جو کوئی محبت رکھتا ہے، وہ خدا سے پیدا ہوا ہے، اور خدا کو جانتا ہے، یہ افعال کامل مجہول اور زمانہ حال عملی علامتی ہیں، یوحنا کی ایماندار بننے کے لیے پسندیدہ اصطلاحات طبعی پیدائش سے متعلقہ ہیں، اصطلاح جاننا عبرانی معنوں میں جاری دوستانہ شراکت کی عکاسی کرتی ہے، یہ پہلا یوحنا کا مسلسل موضوع ہے جو کوئی ۷۷ مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے، جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں جانتا، کیونکہ خدا محبت ہے، طرز زندگی میں محبت رکھنا خدا کو جاننے کا حقیقی امتحان ہے، یہ یوحنا کے بدرجہ غایت سادہ بیانات میں سے ایک ہے، خدا محبت ہے، خدا نور ہے اور خدا روح ہے سے ملتا ہے جو محبت خدا کو ہم سے ہے وہ اسے ظاہر ہوئی، یہ ایک مضارع مجہول علامتی ہے، خدا نے واضح طور ظاہر کیا ہے کہ وہ ہمیں محبت رکھتا ہے اور اس نے ہماری جگہ موت کے لیے اپنے بیٹے کو بھیجا، محبت ایک عمل ہے نہ کہ محض ایک احساس۔ ایمانداروں کو اسے اپنی روزمرہ کی زندگی میں دکھانا ہے، خدا کو جاننا یہ ہے کہ ایسی محبت رکھیں جیسے وہ ہم سے رکھتا ہے۔"([26])

اس لیے مسیحی تصورِ تقدیر میں وہ خوف اور ڈر موجود نہیں، جو عام تصور تقدیر میں پایا جاتا ہے، جو ایک متلون مزاج، سنگ دل، آمر خدا کی قضاء و قدر ہے، اسی لیے جب خدا کے ارادوں کا ذکر آتا ہے، تو اکثر ان کے ساتھ نیک یا مصلحت کا لفظ بھی آتا ہے۔ اسی طرح مسیحیت میں بعض

---

[24] اطلے، بوب، تفسیر رومیوں کے نام(۱۹۹۶ء)، لوک مان فاؤنڈیشن، ص ۱۶۳

[25] عبرانیوں ۲: ۴

[26] یعقوب ۱: ۱۸

اوقات تقدیر کو بھی تدبیر کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ آیت میں ایمان کی روشنی کو تھامنے اور بدی کی تاریکی سے نجات کے لیے تدبیر اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

تدبیر اور راست بازی:

نئی زندگی مسیح میں قائم ہونے سے ملتی ہے کیونکہ مسیح میں قائم ہونے سے گناہگار کا خدا سے رشتہ تبدیل ہو جاتا ہے، راستباز ٹھہرائے جانے میں ذیل کے چار عمل ظہور پذیر ہوئے ہیں:

۱۔ استقراری عمل جس سے خدا اعلان کرتا ہے کہ گنہگار کو اس کے جرم اور اس کے نتائج سے بری کیا جاتا ہے۔

۲۔ عدالتی عمل جس میں گنہگار کے عوض انصاف اور نجات کا تقاضا مسیح پورا کرتا ہے۔

۳۔ مغفرتی عمل جس میں خدا انسان کو اس کے گناہ سے واقعی مغفرت دے کر معافی دیتا ہے۔

۴۔ عملِ بحالی جس میں گنہگار مغفرت پا کر مسیح کی کامل راستبازی کی بدولت خدا کی شفقت میں بحال کر دیا جاتا ہے۔

ان سب عملوں میں اس بات پر زور ہے کہ گنہگار کا راستباز ٹھہرائے جانے کے کام میں صرف خدا کا ہاتھ ہے، انسان خود اپنے کاموں سے راستباز ٹھہرایا نہیں جاسکتا، بلکہ یہ صرف مسیح پر ایمان کے ذریعہ سے خدا کے فضل سے ممکن ہو سکتا ہے۔[27]

ڈاکٹر بوب اطلے اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایمانداروں کو تمام چیزوں میں شبہوں سے بالاتر ہونا چاہیے، آپ قابل قدر تدبیر اور بھلی تدبیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ یونانی اصطلاح ہے، جس کے کئی معانی ہیں:

۱۔	خوبصورت	۲۔	اچھا
۳۔	مفید	۴۔	عمدہ
۵۔	راست	۶۔	قابلِ قدر
۷۔	معزز	۸۔	اخلاقی بڑائی
۹۔	لائق	۱۰۔	خوب
۱۱۔	معقولیت[28]		

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ مسیحیت میں تدبیر سے ایک ہی وقت میں مختلف معنی مراد لیے جاتے ہیں، کلید الکتاب اور قاموس الکتاب میں بھی تدبیر کے لفظ کو مختلف مفاہیم میں بیان کیا گیا ہے، جب کوئی مشکل امر پیش آتا ہے تو اس سے نکلنے کے لیے ہر انسان کوئی نہ کوئی حربہ استعمال کرتا ہے وہی حربہ تدبیر کہلاتا ہے، اور یہ ہر ایک میں عام ہے، اسی طرح مسیحی مذہب میں بھی جب کبھی کوئی مشکل امر سامنے

---

[27] قاموس الکتاب، ص۴۲۶- ۴۲۵

[28] اطلے، بوب، تفسیر کرنتھیوں کے نام، (۱۹۹۶ء)، لوک مان فاؤنڈیشن، ص۲۳۷

آتا تو اس سے نکلنے کے لیے وہ مختلف منصوبے بنایا کرتے تھے، کسی بھی مشکل کام میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جانے کی بجائے اس مشکل امر سے نکلنے کی مختلف تدابیر اختیار کی جاتی تھیں، بعض اوقات یہ تدابیر اختیار کرنے کا حکم خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان اپنے خیالات و نظریات کی بناء پر تدابیر کو استعمال کرتا ہے، مسیحیت میں تقدیر، راستبازی، اور محبت کو تدبیر کے معنوں میں بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مسیحیت میں تدبیر کا تصور ایک جامع اور وسیع مفہوم کا حامل ہے، جو نہ صرف خدا کی صفات اور افعال سے مربوط ہے بلکہ انسانی رویوں، تقدیر، محبت، راستبازی اور وحی جیسے عقائد سے بھی جڑا ہوا ہے۔ نئے عہد نامے میں تدبیر کا لفظ متعدد مواقع پر استعمال ہوا ہے، جہاں کبھی خدا کی جانب سے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی، کسی مشکل میں راہِ نجات، یا کسی پیغام کی حکمت عملی مراد لی گئی ہے، تو کہیں انسانوں کو کسی خاص موقع پر تدبیر اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انجیل مقدس میں مختلف اقسام کی تدابیر کا ذکر بھی موجود ہے، جن میں بعض تدبیریں خدا کے نزدیک پسندیدہ اور بعض ناپسندیدہ قرار دی گئی ہیں۔ اس طرح مسیحی متون میں تدبیر نہ صرف ایک الٰہی فعل ہے بلکہ ایک اخلاقی و عملی رویہ بھی ہے، جو فرد اور جماعت دونوں کی دینی زندگی میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام میں تدبیر کا تصور

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حالتِ ایمان جانچنے کے لئے انہیں مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈال کر ان کی ایمان پر استقامت پرکھتا ہے۔جب کسی انسان پر ایسے مصائب ومشکلات آتی ہیں تو وہ ان سے نکلنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمْوَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ"([29])

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں۔

جس طرح مختلف موسموں کی صورتحال ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی طرح کے نہیں رہتے اسی طرح استقامت کو پرکھنے کا پیمانہ یہ ہے کہ بندہ ان تمام آزمائشوں میں سراپا صابر رہے اور متزلزل ہونے کی بجائے پورے اخلاص سے اللہ کی طرف رجوع کرے۔ تو یہ آزمائش بھی مومن کے حق میں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[29] البقرہ:۲:۱۵۵

"إنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ "([30])

بڑا ثواب بڑی بلا (آزمائش) کے ساتھ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے پس جو اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور جو اللہ کی تقدیر سے ناراض ہو تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

" إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"([31])

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا ہی میں جلد سزا دے دیتا ہے، اور جب اپنے کسی بندے کے ساتھ شر (برائی) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا کو روکے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پوری پوری سزا دیتا ہے۔

کسی بھی انسان پر نازل ہونے والے سخت مصائب و مشکلات اور آسمانی آفات دراصل ابتلاء و آزمائش کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا انسانی نفوس کا تزکیہ اور علاج ہے جس کے سخت ناگوار اور تکلیف دہ ہونے کے باوجود آپ اس کے آگے بے بس اور اس کو گوارا کرنے پر مجبور ہیں اور اپنے کسی عزیز ترین فرد کے لئے بھی اس ناگوار چیز کو گوارا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اپنی مخلوق کے اوصاف و خصائص سے سب سے زیادہ واقف ہے۔

تدبیر کا معنی و مفہوم:

کسی مشکل امر میں اس کی تدبیر کرنا، اور اس سے نکلنے کے لیے حیلے بہانے کرنا تدبیر کہلاتا ہے، تدبیر کو ترک کرکے توکل کرنا توکل کے خلاف ہے۔ راغب اصفہانی تدبیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والتدبير التفكير في دبر الامور، قال تعالى: (فالمدبرات أمرا) يعنى ملائكة موكلة بتدبير أمور"([32])

تدبیر سے مراد کسی معاملے کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس میں غور و فکر کرنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو امور دنیوی کے کام کے لیے مقرر ہیں۔

خواجہ عبد المجید تدبیر کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[30] سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ح ۲۳۹۶، ص ۹۴۳

[31] ایضاً

[32] مفردات القرآن، ص ۳۰۷

" تدبیر کے معنی اندیشی پیشبندی ،احتیاط کسی کام کی ابتداء اور انتہا سوچنا،سوچ ،فکر،خیال ،غور،تامل اندیشہ،منصوبہ ،رائے ، تجویز ،نصیحت ،علاج ،چارہ ،تدارک ،اپائے ،جتن ،انتظام ،بندوبست،حکمت ،چالاکی ،فطرت،کسی کوزک دینے یاتکلیف دینے کابندوبست کرنا۔"(33)

سید احمد دہلوی تدبیر کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تدبیر کالفظ تدبرسے ہے جس کے معنی ہیں غور،فکر،عاقبت اندیشی ،عاقبت بینی ،مال اندیشی ،انجام بینی،عقل ، سمجھ ،فہم ،فراست۔اور تدبیر کے معنی ہیں عاقبت اندیشی ،مال اندیشی،انجام بینی،چارہ ،درماں ،علاج ،اپائے ،ترکیب ،بیابش ،خیال ،اندیشہ،فکر،سوچ ،غور،تامل ، تجویز،منصوبہ ،بندوبست ،انتظام ،انصرام ،سعی ،کوشش،حکمت،چالاکی،ہوشیاری،دانائی،چال،جوڑتوڑ۔"(34)

اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

"فالمدبرات أمرا"(35)

پھر(دنیاکے)کاموں کاانتظام کرتے ہیں۔یعنی وہ فرشتے جوامور دنیوی کے کام کے لیے مقرر ہیں۔

امام الحسین بن مسعود بغوی اس آیت کی تفسیر میں تدبیر کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

قال ابن عباس: هم الملائكة وُكّلوا بأمور عرَّفهم الله عز وجل العمل بها قال [عبد الرحمن] بن سابط في الدنيا أربعة: جبريل، وميكائيل، وملك الموت، وإسرافيل، عليهم السلام، أما جبريل: فموكل بالريح والجنود، وأما ميكائيل: فموكل بالقطر والنبات، وأما ملك الموت: فموكل بقبض [الأرواح] وأما إسرافيل: فهو ينزل بالأمر عليهم۔(36)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " المدبرات امرا"سے مراد فرشتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے چند امور ان کے سپرد کردیئے ہیں،پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو حکم دیاہے وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں،عبد الرحمان بن سابط نے کہا: دنیامیں نظام عالم کی تدبیر چار فرشتے کرتے ہیں: حضرت جبریل،حضرت میکائیل،حضرت ملک الموت اور حضرت اسرافیل علیہم السلام۔حضرت جبریل کے سپرد وحی لانااور ہوائیں اور لشکر ہیں،حضرت میکائیل

33 جامع اللغات،ج۱،ص۶۲۷

34 اشفاق احمد، قاموس مترادفات،ص۳۹۰،اردوسائنس بورڈلاہور،۲۰۰۶ء

35 النازعات:۷۹:۵

36 بغوی، حسین بن مسعود،معالم التنزیل،ج۵،ص۲۰۵،داراحیاءالتراث العربی بیروت،۱۴۲۰ھ

کے سپر د بارش اور زمین کی پیداوار کا نظام ہے اور حضرت ملک الموت کے سپر د روحوں کو قبض کرنا ہے اور حضرت اسرافیل کے سپر د صور پھونکنا ہے اور وہ بغیر کسی اہم امر کے زمین پر نازل نہیں ہوتے۔

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"امر الٰہی کی تدبیر و تنفیذ کرنے والے یعنی ان موت کے ملائکہ کا آخری کام یہ ہو گا کہ جس روح کو ثواب اور راحت دینے کا حکم ہو گا اس کے لئے راحت کے سامان جمع کر دیں اور جس کو عذاب اور تکلیف میں ڈالنے کا حکم ہو گا اس کے لئے اس کا انتظام کر دیں۔ قبر میں ثواب وعذاب موت کے وقت فرشتوں کا آنا اور انسان کی روح قبض کر کے آسمان کی طرف لیجانا پھر اسکے اچھے یا برے ٹھکانے پر جلدی سے پہنچا دینا اور وہاں ثواب یا عذاب، تکلیف یا راحت کے انتظامات کر دینا۔"[37]

مفتی محمد شفیع توکل و تدبیر کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء اور تعلیم قرآن کے خلاف ہے، ہاں اسباب بعیدہ اور دور دراز کار فکروں میں پڑے رہنا یا صرف اسباب اور تدابیر ہی کو مؤثر سمجھ کر مسبب الاسباب اور مدبر الامور سے غافل ہو جانا بے شک خلافِ توکل ہے۔"[38]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے معاملات احسن طریقے سے انجام دینے کے بعد ان کی سپردگی اپنی طرف منسوب کر دی، کہ جب کسی کام کو سرانجام دینا ہو تو اس میں اپنی پوری قوت اور محنت کو صرف کیا جائے اور اللہ پر توکل رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ کسی کام کو انجام دینے کے لیے محض توکل علی اللہ رکھا جائے، اور اس کام کے لیے بہتر اسباب کی جستجو نہ کی جائے، اور محض اسباب پر توکل کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھیں رہیں، اس سلسلے میں مال جمع کرنے کی بھی ممانعت نہیں ہے، مگر اس مال میں سے اللہ کا حصہ بھی نکالنا ضروری ہے، محض مال جمع کرنے کو ہی وطیرہ نہ بنالیا جائے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، یہ تدابیر کئی طرح کی ہو سکتی ہیں، یہ معاشی، معاشرتی، سیاسی ہر طرح کی ہو سکتی ہیں، ان کے لیے اسباب کو تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح کفار کے مقابلے میں سیاسی تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے جنگ سے پہلے تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ"[39]

---

[37] محمد شفیع، معارف القرآن، ج۶، ص۶۶۵، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۴ء

[38] محمد شفیع، معارف القرآن، ج۶، ص۶۶۵، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۴ء

[39] الانفال:۸:۶۰

اور (اے مسلمانو!) تم بہ قدر استطاعت، ان (سے مقابلہ) کے لیے ہتھیار تیار رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑے اور ان سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کرو اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے۔

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں عصر حاضر کی سیاسی تدابیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مِنْ قُوَّةٍ یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش، فنون جنگ کا سیکھنا بھی، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے اس زمانہ کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا۔ پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آ گیا۔ لفظ قوت ان سب کو شامل ہے اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت، ٹینک اور لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اور اس کے لئے جس علم و فن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کا اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔"([40])

امام فخر الدین رازی تدبیر کے متعلق لکھتے ہیں:

أن الإنسان قد يرى أستاذه في المنام ويسأله عن مشكلة فيرشده إليها أليس أن الابن قد يرى أباه في المنام فيهديه إلى كنز مدفون أليس أن جالينوس قال كنت مريضاً فعجزت عن علاج نفسي فرأيت في المنام واحداً أرشدني إلى كيفية العلاج أليس أن الغزالي قال إن الأرواح الشريفة إذا فارقت أبدانها ثم اتفق إنسان مشابه للإنسان الأول في الروح والبدن فإنه لا يبعد أن يحصل للنفس المفارقة تعلق بهذا البدن حتى تصير كالمعاونة للنفس المتعلقة بذلك البدن على أعمال الخير فتسمى تلك المعاونة إلهاماً ونظيره في جانب النفوس الشريرة وسوسة وهذه المعاني وإن لم تكن منقولة عن المفسرين إلا أن اللفظ([41])

انسان خواب میں اپنے استاذ کو دیکھتا ہے اور اس کو جو مشکل پیش آتی ہے اس کا اپنے استاذ سے ذکر کرتا ہے اور اس کا استاذ اس کو اس مشکل کے حل کی طرف رونمائی کرتا ہے اور کیا جالینوس نے یہ نہیں کہا کہ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار باپ کو دیکھتا ہے اور اس کا باپ اس کو کسی مدفون خزانے کی رہ نمائی کرتا ہے اور کیا جالینوس نے یہ نہیں کہا کہ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا اور اپنے علاج سے عاجز ہو گیا، اس نے کہا: میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے علاج کی کیفیت بتائی اور کیا ہو گیا اور اپنے علاج سے عاجز ہو گیا، اس نے کہا: میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے علاج کی کیفیت بتائی اور کیا غزالی نے یہ نہیں کہا کہ ارواح شریفہ (یعنی نیک لوگوں کی روحیں) جب اپنے

[40] معارف القرآن، ج۴، ص۲۷۲

[41] تفسیر کبیر، ج۱۱، ص۳۱

بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں، پھر اتفاق سے کوئی انسان ان کے پہلے جسم اور روح کے مشابہ ہوتا ہے تو یہ بعید نہیں ہے کہ اس نیک روح کا اس بدن کے ساتھ تعلق ہوا اور وہ نیک کاموں میں اس کی مدد کرے اور اس معاونت کا نام الہام ہے اور اس کی نظیر کفار اور فجار کی روحوں میں یہ ہے کہ وہ اپنے مناسب بدن میں برائی کو ڈالتی ہیں اور اس کو وسوسہ کہتے ہیں اور یہ تفسیر اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں ہے لیکن لفظ اس کا بہت زیادہ احتمال رکھتا ہے۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے اصحاب کو ایسے لوگوں سے میل جول سے منع فرمایا کرتے تھے جو مختلف وبائی امراض میں مبتلا ہوتے تھے، اور اپنے اصحاب کو تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم، إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ۔[42]

قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی جذام کی بیماری میں مبتلا تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کی غرض سے آنا چاہتا تھا، جبکہ اس آدمی کے آنے سے دوسرے لوگوں کو تکلیف وناگواری اور بیماری کے متعدی ہونے کا ڈر تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تم یہاں نہ آؤ، بلکہ واپس لوٹ جاؤ، ہم نے تمہیں زبانی یعنی اپنے قول سے بیعت کر لیا۔

خلاصہ کلام:

اسلام میں تدبیر کا تصور ایک متوازن نظام فکر و عمل کی عکاسی کرتا ہے، جس میں انسانی کوشش اور اللہ کی مشیت کے درمیان ہم آہنگی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ انسان عقل، فہم، تجربے اور مشاورت کی بنیاد پر اپنے امور کی منصوبہ بندی کرے، مگر اس کے نتیجے کو اللہ کے سپرد کرے، کیونکہ اصل مؤثر اور فیصلے کا مالک اللہ ہی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تدبیر الٰہی کا ذکر آیا ہے، مثلاً آسمانوں اور زمین کی تدبیر، دن اور رات کا نظام، اور انسانوں کے معاملات میں اللہ کی حکمت عملی۔ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ میں بھی تدبیر کا عملی نمونہ موجود ہے، جہاں آپ نے غزوات، ہجرت، دعوت اور سیاسی معاہدات جیسے اہم معاملات میں حکمت، بصیرت اور منصوبہ بندی سے کام لیا۔ یوں اسلام میں تدبیر صرف دنیاوی فلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ توکل، تقویٰ اور اللہ پر ایمان کے ساتھ جڑی ایک ایمانی روش ہے، جو فرد کو ذمہ داری، حکمت اور دعا کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کرتی ہے۔

---

42 صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، ح ۵۹۵۸، ج ۷، ص ۳۷